ہفت روزہ
خدام الدین لاہور
بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور
۱۹ر فروری ۱۹۶۵ء
۱۶ر شوال ۱۳۸۴ھ

احادیث الرسول

اوقات جن میں نماز پڑھنا ممنوع ہے

عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یتحری احدکم فیصلی عند طلوع الشمس ولا عند غروبها وفی روایة قال اذا طلع حاجب الشمس فدعوا الصلوة حتی تبرز واذا غاب حاجب الشمس فدعوا الصلوة حتی تغیب ولا تحینوا بصلوتکم طلوع الشمس ولا غروبها فانها تطلع بین قرنی الشیطان متفق علیه۔

حضرت ابن عمرؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے کوئی شخص سورج نکلنے کے وقت اور سورج ڈوبنے کے وقت نماز پڑھنے کا ارادہ نہ کرے اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ جب سورج کا کنارہ نکل آئے تو نماز کو چھوڑ دو۔ جب تک کہ وہ بالکل غروب نہ ہو جائے۔ اور آفتاب کے طلوع ہونے اور غروب ہونے کے وقت نماز کا ارادہ نہ کرو۔ اس لئے کہ آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وعن عمرو بن عبسة قال قدم النبی صلی الله علیه وسلم المدینة فقدمت المدینة فدخلت علیه فقلت اخبرنی عن الصلوة فقال صل صلوة الصبح ثم اقصر عن الصلوة حین تطلع الشمس حتی ترتفع فانها تطلع حین تطلع بین قرنی شیطان وحینئذ یسجد لها الکفار ثم صل فان الصلوة مشهودة محضورة حتی یستقل الظل بالرمح ثم اقصر عن الصلوة فان حینئذ تسجر جهنم فاذا اقبل الفیء فصل فان الصلوة مشهودة محضورة حتی تصلی العصر ثم اقصر عن الصلوة حتی تغرب الشمس فانها تغرب بین قرنی شیطان [illegible] نبی الله فالوضوء حدثنی عنه قال ما منکم رجل یقرب وضوءه فیمضمض ویستنشق فیستنثر الا خرت خطایا وجهه وفیه وخیاشیمه ثم اذا غسل وجهه کما امره الله الا خرت خطایا وجهه من اطراف لحیته مع الماء ثم یغسل یدیه الی المرفقین الا خرت خطایا یدیه من انامله مع الماء ثم یمسح راسه الا خرت خطایا راسه من اطراف شعره مع الماء ثم یغسل قدمیه الی الکعبین الا خرت خطایا رجلیه من انامله مع الماء فان هو قام فصلی فحمد الله واثنی علیه ومجده بالذی هو له اهل وفرغ قلبه لله الا انصرف من خطیئته کهیئته یوم ولدته امه رواه مسلم۔

حضرت عمرو ابن عبسہؓ کہتے ہیں کہ نبی صلعم مدینہ میں تشریف لائے اور میں بھی مدینہ میں آیا اور حضور صلعم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا، مجھ کو نمازوں کے وقت سے آگاہ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا صبح کی نماز پڑھ اور پھر نماز سے رک جا جب تک کہ آفتاب طلوع ہوکر بلند نہ ہو جائے۔ اس لئے کہ آفتاب شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے اور اس وقت آفتاب کو کافر سجدہ کرتے ہیں۔ پھر نماز پڑھ (اشراق کی)، کہ اس وقت کی نماز مشہودہ ہے۔ یعنی اس وقت فرشتے حاضر ہوتے اور نمازی کی شہادت دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ سایہ نیزہ کے برابر ہو جاتے اور زمین پر اس کا سایہ نہ پڑے۔ پھر نماز سے رک جا۔ اس لئے کہ اس وقت لوکا ملتا ہے دوزخ کو۔ پھر جب سایہ ڈھل جائے تو ظہر کی نماز پڑھ اس لئے کہ یہ وقت فرشتوں کی حاضری کا ہے۔ یہاں تک کہ تو عصر کی نماز پڑھ لے۔ پھر نماز سے رک جا۔ آفتاب غروب ہونے تک اس لئے کہ وہ شیطان کے دو سینگوں کے درمیان [illegible] ہے۔ اور اس وقت کافر لوگ اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد میں نے عرض کیا کہ یا نبیؐ وضو کے متعلق آگاہ فرمایئے۔ آپ نے فرمایا تم میں سے جو شخص وضو کا پانی لے کر کلی کرے۔ پھر ناک میں پانی دے کر اس کو جھاڑ دے تو اس کے چہرہ کے اُن حصوں کے گناہ دھل جاتے ہیں جو دونوں کلوں کے جانب ہیں۔ یعنی ڈاڑھی کے حصّوں کے گناہ، پھر جب وہ ہاتھوں کو کہنیوں تک دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ انگلیوں تک دھل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ سر کا مسح کرتا ہے تو پانی کے ساتھ سر کے گناہ دھل جاتے ہیں۔ پھر جب پاؤں کو ٹخنوں تک دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ انگلیوں تک دھل جاتے ہیں۔ پھر جب وہ کھڑا ہو اور نماز پڑھے اور خدا کی تعریف و توصیف بیان کرے اور اس بزرگی کا اظہار کرے جس کا وہ اہل ہے اور اس کا دل خدا کی طرف متوجہ ہو تو وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جاتا ہے گویا آج ہی اس کی ماں نے اس کو جنا ہے۔ (مسلم)

وعن عقبة بن عامر قال ثلث ساعات کان رسول الله صلی الله علیه وسلم ینهانا ان نصلی فیهن او نقبر فیهن موتانا حین تطلع الشمس بازغة حتی ترتفع وحین یقوم قائم الظهیرة حتی تمیل الشمس وحین تضیف الشمس للغروب حتی تغرب رواه مسلم

حضرت عقبہ بن عامر کہتے ہیں کہ تین وقتوں میں نماز پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ وسلم ہم کو منع فرمایا کرتے تھے۔ اور انہیں وقتوں میں مردوں کو دفن کرنے (یعنی نماز جنازہ پڑھنے) سے منع فرماتے تھے۔ ایک تو آفتاب نکلنے کے وقت۔ دوسرے اس وقت کہ دوپہر کا سایہ قائم ہو یہاں تک کہ آفتاب کا سایہ ڈھل جائے اور تیسرے اس وقت جب کہ آفتاب غروب ہونے لگے۔ یہاں تک کہ غروب ہو جائے۔ (مسلم)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیجئے

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر

ٹیلی فون
۶۷۵۲۵

خدام الدین

سالانہ گیارہ روپے
ششماہی چھ روپے

جلد ۱۰ | ۱۶؍ شوال المکرم ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹؍ فروری ۱۹۶۵ء | شمارہ ۴۰

آج جس مجلس میں جاؤ، جہاں بیٹھو عوام و خواص سب مسلمانوں کے طرزِ عمل کے شاکی نظر آئیں گے۔ ہر شخص کی زبان پر مسلمانوں کی شکایت ہے۔ کوئی ان کے معاملات زیرِ بحث لا رہا ہے۔ کوئی ان کی دینداری کو موضوعِ بحث بنا کر ان کے عیوب گننے میں مصروف نظر آتا ہے، کسی کو عدل و انصاف کے تقاضوں سے ہٹ کر ان کی کنبہ پروری محلِ نظر دکھائی دیتی ہے۔ کوئی علماء و مشائخ کی کرتوتوں سے پردہ اٹھا کر اسلام پر طعن توڑنے میں لطف محسوس کرتا ہے غرض جتنے منہ ہیں اتنی ہی باتیں۔ ہر شخص بھانت بھانت کی بولی بول کر تان اسلام کے خلاف فقرہ کسنے پر توڑتا ہے۔

یہ سب کچھ کیوں ہے؟ اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟ بیچارے اسلام کی رسوائی کا ذمہ دار کون ہے؟ کس کی وجہ سے اللہ کا دین تضحیک کا نشانہ بنا ہوا ہے؟ کیا یہ سب باتیں سوچنے اور غور کرنے کی نہیں ہیں؟ اگر ہیں تو پھر آئیے اس کے اسباب و علل تلاش کریں اور ان سے عہدہ برآ ہونے کی بھرپور کوشش کریں۔

ہر چیز کی ایک صورت ہوتی ہے اور ایک اس کی روح یا حقیقت ہے۔ انسان کی بھی ایک صورت ہے اور ایک اس کی روح یا حقیقت ہے۔ ظاہر ہے انسان بغیر روح کے بیکار محض ہے۔ جب تک روح اس میں موجود ہے سب اس کی قدر کرتے ہیں، اس پہ جان چھڑکتے ہیں لیکن جیسے ہی روح کا رشتہ بدن سے کٹ جاتا ہے، عزیز سے عزیز دوست اور رشتہ دار بھی اسے قبرستان پہنچانے میں جلد بازی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ حالانکہ جہاں تک صورتِ انسان کا تعلق ہے وہ لاش کی شکل میں سامنے ہوتی ہے۔ اس کی آنکھیں بھی موجود ہوتی ہیں۔ کان، منہ، سر، ہاتھ اور پاؤں سب ساتھ ہوتے ہیں لیکن چونکہ روح نہیں ہوتی اور حقیقت سے جسم کا تعلق منقطع ہو جاتا ہے۔ اس لئے نہ کان سن سکتے ہیں، نہ ہاتھ اور پاؤں حرکت میں آ سکتے ہیں، نہ آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور نہ دوسرے اعضا و جوارح میں قوتِ حیات باقی رہتی ہے۔ جس کی وجہ سے صورتِ انسان کی کوئی قدر و قیمت باقی نہیں رہتی۔ اعزہ و اقربا غم و الم محسوس کرتے ہیں، ماں، بہن، بھائی اور دوسرے اعزہ و اقربا اس کی صورت سے وقتی طور پر تسکینِ خاطر محسوس کرتے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ سب اسے دنیوی اعتبار سے بیکار خیال کرتے ہیں اور جہاں تک ممکن ہو سکے لاش کو سپردِ خاک کرنے میں عجلت سے کام لیتے ہیں۔ وجہ صاف ظاہر ہے کہ صرف صورت مطلوب و مقصود نہیں بلکہ اس کی حقیقت اور روح مطلوب و مقصود ہے اور جب وہ موجود نہیں تو صورت سے صرف ناعاقبت اندیش یا بچے ہی دل بہلا سکتے ہیں جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بچے مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے پھل لے کر ہی بہل جاتے ہیں حالانکہ نہ وہ کھانے کے ہوتے ہیں اور نہ ان میں ذائقہ ہوتا ہے اور نہ ہی ان میں رس ہوتا ہے جو حقیقی پھل کی خصوصیات میں سے ہے۔ واضح رہے کہ جس طرح یہ پھل بیکار ہے اسی طرح صورتِ انسان بھی محض دل بہلانے اور دکھلانے کی چیز ہے اس کے علاوہ اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہی صورت اعمال اور اسلام کی بھی ہے۔ اسلام کی بھی ایک صورت ہے اور ایک روح یا حقیقت ہے۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ ارکانِ اسلام کی ادائیگی صورتِ اسلام ہے اور حقیقتِ اسلام عبدیت کا ملہ ہے، سب سے توڑ، رب سے جوڑ کا مظہر ہوتا ہے۔ اپنی مرضی کو اللہ اور اس کے پیارے رسول صلعم کی مرضی پر قربان کر دینا ہے لیکن بدقسمتی سے یہی وہ جوہر ہے جو ہم میں مفقود ہے جس کی وجہ سے ہم تضحیک و استہزاء کا نشانہ بنے ہوئے ہیں اور اسلام کے مقدس نام کو بدنامی کا داغ دے رہے ہیں۔ پھر ان مسلمانوں سے قطع نظر کہ جن کا اسلام سے واجبی سا تعلق ہے اور وہ مسلمانوں کے گھر پیدا ہو جانے کی وجہ سے سیاسی طور پر مسلمان کہلانے پر مجبور ہیں۔ بظاہر عام دیندار قسم کے لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ وہ حقیقتِ اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں رکھتے۔ وہ صورتِ اسلام کے تو شیدائی ہیں لیکن حقیقتِ اسلام نے ان کے اندر جھانک کر بھی نہیں دیکھا اور نہ انہیں حقیقتِ اسلام کی ہوا لگی ہے۔

شیخ الاسلام حجۃ اللہ فی الارض سیدی و مولائی حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس سرہ العزیز نے اپنے ایک خطبہ میں تحریر فرمایا ہے کہ شمع جہاں بھی ہو پروانے خود بخود قربان ہونے کے لئے دوڑتے ہیں۔ نہ لالچ دلانے کی ضرورت ہوتی ہے، نہ ڈرانے دھمکانے کی۔ صرف فطرت کی سلامتی درکار ہوتی ہے اور یہ کہ نورِ شمع بے حجاب ہو لیکن بدقسمتی سے آج ہمارے اعمال و اخلاق، شمعِ اسلام کے لئے حجاب بنے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ہم اپنے اعمال و اخلاق کو نورِ ایمان کا آئینہ دار بنا لیں تو پروانے خود بخود لپکنے لگیں گے۔ بالفاظِ دیگر حضرت شیخ قدس سرہ العزیز کا ارشادِ گرامی یہ ہے کہ اگر ہم اپنے اندر حقیقتِ اسلام پیدا کر لیں تو تمام دنیا حصولِ ہدایت کے لئے ہماری طرف پروانہ وار لپکے گی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ:۔

شہاب الدین غوری کی فاتحانہ تلوار کسی ایک متنفس کے دل کو بھی صداقتِ اسلام کے اعتراف کے لئے نہیں جھکا سکی ہوگی مگر اسی بادشاہ کا معاصر فقیرِ بے نوا، جن کو ہم خواجہ غریب نواز کہتے ہیں اور جو شہاب الدین غوری کی فتح کردہ دہلی میں نہیں، پرتھوی راج کی ہندوانہ راج دہانی اجمیر میں غوری سے تقریباً بیس سال پہلے آ چکا تھا۔ جب وہ بغیر کسی فوجی طمطراق کے فقیرانہ شان میں دہلی سے روانہ ہو کر اجمیر پہنچتا ہے تو خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے کسی معتقد کی نہیں۔ اسلام کے کسی گرویدہ اور حلقہ بگوش کی نہیں بلکہ اسلام کے مخالف مسٹر آرنلڈ کی تحقیق یہ ہے کہ صرف اس ایک سفر میں اسلام کے اس سچے نمونے، رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق ہمدردیِ خلقِ خدا کے پیکر، حقیقتِ اسلام کے مظہر اور انس و محبت کے اس چشمۂ شیریں کی غریب نوازی سے متاثر ہو کر سات سو خاندان شمعِ اسلام کے پروانے بنتے ہیں اور حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے ہیں۔

خود سرورِ کائنات فخرِ موجودات احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ جس وقت آپ نے ضلالت و گمراہی کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں میں شمعِ توحید روشن کی تو کیا آپ کسی ملک کے فرمانروا تھے؟ کیا کوئی مادی اقتدار آپ کے زیرِ نگیں تھا

باقی صفحہ ۱۶ پر

مولانا عبیداللہ صاحب انور مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الحمد للہ وکفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ دفعہ احسان و شکر ہے کہ اس نے ہمیں ایمان کی دولت اور صحت مند اور صحیح عقائد سے نوازا ہے اور مل جل کر اپنی یاد کی توفیق عطا فرماتی ہے۔

ہزاروں ہمارے بد قسمت اور بدنصیب بھائی ایسے ہیں۔ جن کو اللہ کا نام لینے کی توفیق نہیں۔ ہم جتنا بھی اللہ کا شکر کریں اتنا ہی کم ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اتقوا اللہ حق تقاتہ

ترجمہ:۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے:۔ یعنی تقویٰ و پرہیز گاری اختیار کرو۔

فرض نمازوں کے علاوہ، نفلی نمازیں اشراق۔ چاشت۔ اوابین۔ تہجد وغیرہ پڑھنا تقویٰ ہے۔ زکوٰۃ فرض ادا کرنے کے علاوہ صدقات و خیرات۔ غریبوں مسکینوں کی گاہے بگاہے امداد کرتے رہنا تقویٰ کی نشانی ہے

حضرت ابوہریرہؓ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا۔ کہ یا حضرت! تقویٰ کسے کہتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اگر ایک راستے میں کانٹوں کی جھاڑیاں ہوں۔

جہاں ہمیشہ الجھنے کا خطرہ ہو۔ تو اس راستے سے صحیح سلامت کیسے گزرو گے۔

حضرت ابوہریرہؓ نے جواب دیا۔ کہ کپڑوں کو بچا کر بڑی احتیاط سے گزروں گا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ کہ اس دنیا میں قدم قدم پر گناہوں کے گڑھے اور مصیبتوں کے کانٹے بکھرے ہوئے ہیں ان سے اپنے ایمان کے دامن کو بچا کر نکل جانا، کہ کہیں مصیبت کا کانٹا نہ لگ جائے اور کہیں گناہ کے گڑھے میں نہ گر جائیں۔ تقویٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو متقی و پرہیزگار بنائے۔ اور بغیر حساب ہم کو جنت میں لے جائے۔ اللّٰھم ادخلنا الجنۃ بغیر حساب

اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے وہ اگر سب کو بخش دے تو اسے کوئی پوچھنے والا نہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا۔ کہ یا رسول اللہؐ۔ نجات انسان کے عمل پر ہے یا اللہ کے فضل پر ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ اللہ کے فضل پر۔ تو پھر پوچھا گیا کہ یا رسول اللہؐ آپ کی نجات بھی اللہ کے فضل پر ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ ہاں! میری نجات بھی اللہ کے فضل پر ہے۔ اور فضل اسی پر ہوگا۔ جو متقی و پرہیزگار ہوگا۔ جو فضل والے دنیا میں کام کرے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زندگی کا کوئی ایسا لمحہ نہیں گزرا۔ جس میں آپ ذکر اللہ سے غافل رہے ہوں۔ اٹھتے، بیٹھتے چلتے پھرتے۔ کھاتے پیتے۔ سواری کرتے۔ سواری سے اترتے غرض ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے۔

حدیث میں ہے۔ کہ آپؐ نے ایک صحابیؓ کو فرمایا۔ کہ تم ہر وقت ذکر اللہ سے اپنی زبان کو تر رکھا کرو۔ اللہ کی یاد سے اپنے دلوں اور دماغوں کو منور رکھو۔

ہم سب مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم پر چلیں۔ ہم کو وہ سب دعائیں یاد کرنی چاہئیں۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مختلف مواقع پر پڑھا کرتے تھے۔ مثلاً کھانے پینے۔ مسجد میں داخل ہونے۔ مسجد سے باہر نکلنے۔ سونے۔ جاگنے۔ بازار میں نکلنے گھر میں داخل ہونے وغیرہ سب کی دعائیں ہمیں یاد کرنی چاہیئے۔

اس طرح حضورؐ کی محبت دل میں پیدا ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کرے گا۔

آج ہم مسلمان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو کھاتے پیتے ہیں۔ لیکن شکر ادا نہیں کرتے۔ (الا ماشاء اللہ)

اکثر مسلمان نماز جنازہ کی دعا یاد نہیں کرتے ہیں۔ جو کہ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا کرتے تھے اور نماز جنازہ کے بعد کہتے ہیں کہ ... دعا حالانکہ ان جاہلوں کو اتنا علم نہیں۔ کہ نماز جنازہ ہی اصل دعا ہے۔ کیونکہ اس میں نہ رکوع ہے نہ سجدہ جو اصل دعا ہے وہ پڑھتے نہیں۔ اور اپنے من گھڑت طریقوں پر عمل پوری طرح کرتے ہیں۔ اللہ مسلمانوں کی جہالت دور کرے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کو یاد کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ کو ہم عبادت میں خشوع و خضوع عطا فرمائے کہ ہماری گذشتہ غلطیوں اور کوتاہیوں کو معاف فرمائے۔ ہم سب کو اخلاق نبویؐ سے حصہ وافر عطا فرمائے۔

کتاب اللہ پڑھنے، سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

رمضان کا مہینہ ٹریننگ کا مہینہ تھا۔

جس طرح ہم نے رمضان کے مہینہ میں حلال چیزوں کو اللہ کی رضا کے لیے چھوڑا تھا۔ اللہ سے دعا ہے۔ کہ آئندہ ۱۱ مہینے حرام چیزوں۔ حرام اعمال۔ حرام خورد و نوش سے محفوظ رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ہم سب کو بڑھ چڑھ کر اپنی یاد اور عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ کہ دین کے معاملے میں اونچے کو دیکھو اور دنیا کے معاملے میں نیچے کو دیکھو۔ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاؤ۔

حضرات! جہاں تک ہو سکے۔ آپ خلق خدا سے کنارہ کش رہیں۔ مال و دولت کی فوری زیادتی۔ اعلیٰ کھانوں اور اعلیٰ کپڑوں کی فکر میں نہ رہیئے۔ ایمان اور اعمال صالحہ کی فکر کیجئے۔ بھلائی کو پھیلایئے برائی کو روکیں۔ گھروں کو یاد الٰہی سے منور کریں آپ آزما کر دیکھیں کہ ذکر اللہ کی کثرت سے گھر میں کیسے برکت اور رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے۔ رات کے آخری حصہ میں کچھ دولت بانٹی جاتی ہے۔

جو جاگت ہے، وہ پاوت ہے۔

جو سووت ہے، وہ کھووت ہے۔

اکثر اللہ والے اور بزرگان دین فرمایا کرتے تھے۔ کہ ہم نے جو کچھ بھی حاصل کیا وہ سب دن کو بھوکا رہنے اور رات کے قیام سے حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صحیح زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہم سب کا خاتمہ ایمان پر فرمائے! (آمین)

خطبہ جمعہ

۹ شوال ۱۳۸۴ھ - ۱۲ فروری ۱۹۶۵ء

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے

از مولانا عبید اللہ انور مدظلہ العالی

الحمد للہ و کفیٰ و سلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

قُل یٰعِبَادِیَ الَّذِینَ اَسرَفُوا عَلٰٓی اَنفُسِہِم لَا تَقنَطُوا مِن رَّحمَۃِ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یَغفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا اِنَّہٗ ھُوَ الغَفُورُ الرَّحِیمُ ۝ وَاَنِیبُوٓا اِلٰی رَبِّکُم وَاَسلِمُوا لَہٗ مِن قَبلِ اَن یَّاتِیَکُمُ العَذَابُ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝

(پ ۲۴ - رکوع ۳ آیت ۵۳ - ۵۴)

کہہ دیجئے! اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا۔ بے شک وہ بخشنے والا رحم والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور اس کا حکم مانو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہیں مدد بھی نہ مل سکے گی۔

حاشیہ شیخ التفسیر قدس سرہ العزیز

اللہ تعالیٰ سے اخلاق فی العبادت کا تعلق پیدا کرنے والوں کو اپنے گناہوں سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ اس کی طرف انابت اور رجوع کرو۔ موت کے آنے سے پہلے جب آؤ گے معافی مل جائیگی

حاشیہ شیخ الاسلام رح

یہ آیت ارحم الراحمین کی رحمت بے پایاں اور عفو و درگذر کی شان عظیم کا اعلان کرتی ہے اور سخت سے سخت مایوس العلاج مریضوں کے حق میں اکسیر شفا کا حکم رکھتی ہے مشرک، ملحد، زندیق، مرتد، یہودی، نصرانی، مجوسی، بدعتی، بدمعاش، فاسق، فاجر کوئی ہو، آیت ہذا کو سننے کے بعد خدا کی رحمت سے مایوس ہو جانے اور آس توڑ کر بیٹھ جانے کی اس کے لئے کوئی وجہ نہیں۔ کیونکہ اللہ جس کے چاہے سب گناہ معاف کر سکتا ہے۔ کوئی اس کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا پھر بندہ ناامید کیوں ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے دوسرے اعلانات میں تصریح کر دی گئی ہے کہ کفر و شرک کا جرم بدون توبہ کے معاف نہیں کرے گا۔ لہٰذا "اِنَّ اللّٰہَ یَغفِرُ الذُّنُوبَ جَمِیعًا" کو "لِمَن یَّشَآءُ" کے ساتھ مقید سمجھنا ضروری ہے۔ کما قال اللہ تعالیٰ "اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغفِرُ اَن یُّشرَکَ بِہٖ وَیَغفِرُ مَا دُونَ ذٰلِکَ لِمَن یَّشَآءُ"

(نساء رکوع ۱۸)

اس تقیید سے یہ لازم نہیں آتا کہ بدون توبہ کے اللہ تعالیٰ کوئی چھوٹا بڑا قصور معاف ہی نہ کر سکے اور نہ یہ مطلب ہوا کہ کسی جرم کے لئے توبہ کی ضرورت ہی نہیں بدون توبہ کے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ قید صرف مشیت کی ہے اور مشیت کے متعلق دوسری آیات میں بتلا دیا گیا کہ وہ کفر و شرک سے بدون توبہ کے متعلق نہ ہوگی۔ چنانچہ آیۃ ہذا کی شان نزول بھی اس پر دلالت کرتی ہے جیسا کہ اگلی آیت کے فائدہ سے معلوم ہوگا۔

اگلی آیت کا فائدہ

مغفرت کی امید دلاکر یہاں سے توبہ کی طرف متوجہ فرمایا۔ یعنی گذشتہ غلطیوں پر نادم ہوکر اور اللہ کے بے پایاں جود و کرم سے شرما کر کفر و عصیان کی راہ چھوڑو اور اس رب کریم کی طرف رجوع ہوکر اپنے کو بالکلیہ اسی کے سپرد کر دو اور اس کے احکام کے سامنے نہایت عجز و اخلاص کے ساتھ گردن ڈال دو، اور خوب سمجھ لو کہ حقیقت میں نجات محض اس کے فضل سے ممکن ہے۔ ہمارا رجوع و انابت بھی بدون اس کے فضل و کرم کے میسر نہیں ہو سکتا۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "جب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غالب کیا جو اسلام دشمنی میں لگے رہتے تھے سمجھے کہ لاریب اس طرف اللہ ہے۔ یہ سمجھ کر اپنی غلطیوں پر پچھتائے لیکن شرمندگی سے مسلمان نہ ہوئے کہ اب ہماری مسلمانی کیا قبول ہو گی دشمنی کی لڑائیاں لڑے اور کتنے خدا پرستوں کے خون کئے۔ تب اللہ نے یہ فرمایا کہ ایسا گناہ کوئی نہیں جس کی توبہ اللہ قبول نہ کرے۔ ناامید مت ہو، توبہ کرو اور رجوع ہو، بخشے جاؤ گے۔ مگر جب سر پہ عذاب آیا۔ یا موت نظر آنے لگی اس وقت کی توبہ قبول نہیں نہ اس وقت کوئی مدد کو پہنچ سکتا ہے

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی رحمت سے کسی صورت میں ناامید نہ ہونا چاہیئے۔ البتہ کفر و شرک میں مبتلا لوگ بغیر توبہ کے ہرگز نہیں بخشے جائیں گے۔ بندے کا کام یہی ہے کہ ہر گھڑی توبہ و انابت کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہے۔

اللہ کی رحمت سے مایوسی کافروں کا شیوہ ہے

قولہ تعالیٰ: اِنَّہٗ لَا یَایئَسُ مِن رَّوحِ اللّٰہِ اِلَّا القَومُ الکٰفِرُونَ ۝ (پ ۱۳ - رکوع ۱۰ - س یوسف آیت ۸۷)

بے شک اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہوتے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ اللہ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی معرفت نہیں ہوتی۔

فقط گمراہ لوگ ہی رب کی رحمت سے آس توڑتے ہیں

قولہ تعالیٰ: قَالَ وَمَن یَّقنَطُ مِن رَّحمَۃِ رَبِّہٖٓ اِلَّا الضَّآلُّونَ ۝ کہا نہیں آس توڑتے اپنے رب کی رحمت سے مگر جو گمراہ ہوتے۔

شاہ عبدالقادر صاحب رح تحریر فرماتے ہیں کہ عذاب سے نڈر ہونا اور فضل سے ناامید ہونا دونوں کفر کی باتیں ہیں یعنی آگے کی خبر اللہ کو ہے۔

نتیجہ ان تمام آیات مذکورہ بالا سے یہ نکلا کہ انسان کو حق تعالیٰ شانہٗ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا چاہیئے کیونکہ رحمت خداوندی سے مایوس ہونا کافروں اور گمراہوں کا شیوہ ہے صحیح معنوں میں بندگان خدا وہی ہیں جو اللہ سے ڈرتے رہتے ہیں اور اس کے فضل بے پایاں سے آس نہیں توڑتے۔ اللھم اجعلنا منھم

احادیث نبوی کی شہادت

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ کو اگر اس آیت یٰعبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ کے بدلے میں تمام دنیا بھی حاصل ہو تب بھی محبوب نہیں ہے یہ سن کر ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر مشرک ہو تو وہ بھی خدا کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے اور پھر فرمایا مگر مشرک، مگر مشرک، مگر مشرک (کی بخشش نہیں)

دو شخصوں کی بخشش نہیں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سب گناہ توبہ سے یا بلا توبہ بخش دے، لیکن جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہوا مرا یا جس نے کسی مسلمان کو بلا حکم شرع جان بوجھ کر قتل کر دیا۔ وہ نہیں بخشا جائے گا۔ (ابوداؤد)

دریائے مغفرت کا جوش

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے انسان بے شک جب تک تو مجھ سے مانگے گا اور مجھ سے امید رکھے گا میں تجھ پر بخشش کرتا رہوں گا۔ خواہ تو کچھ کرتا رہے اور میں کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ (یعنی یہ بخشش میرے لیے معمولی بات ہے) اے انسان! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندی تک پہنچ جائیں اور پھر تو مجھ سے بخشش کا طلبگار ہو تو میں تجھ کو بخش دوں گا۔ اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ اے انسان! اگر تو میرے پاس اس قدر گناہ لے کر آئے کہ ان سے زمین پر ہو جائے اور پھر تو مجھ سے ملے بشرطیکہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو میں تیرے پاس اس قدر بخشش لے کر آؤں گا جس سے تمام زمین بھر جائے (ترمذی)

رحمت حق غضب پر غالب ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو ایک کتاب اپنے پاس تحریر فرما کر رکھ لی جس میں یہ تحریر تھا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب آ گئی۔ (بخاری مسلم)

بنی اسرائیل کے ایک شخص کا واقعہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک شخص نے ننانوے آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ پھر اس نے توبہ کے متعلق فتوے طلب کرنا چاہا لہذا ایک راہب کے پاس آیا اور کہنے لگا کیا مجھ کو توبہ سے کچھ فائدہ حاصل ہوگا؟ اس نے کہا "نہیں"۔ اس شخص نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ اور وہ اسی طرح دریافت کرتا ہوا پھرا (حتیٰ کہ) ایک شخص نے اس سے کہا تو فلاں گاؤں (نیک لوگوں کی بستی) میں جا، (وہاں تیری توبہ قبول ہوگی)۔ راستہ میں اس شخص کو قضا نے آگھیرا۔ جب وہ مر گیا تو ملائکہ عذاب و ثواب نے جھگڑا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس توبہ والی زمین کو اس کے قریب ہو جانے کا حکم دیا اور دوسری کو دور ہو جانے کا اور فرشتوں کو حکم دیا کہ زمین کا اندازہ کرو۔ توبہ کی زمین ایک بالشت قریب تھی اس کی وجہ سے وہ بخش دیا گیا۔ (بخاری مسلم)

خوف خدا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک شخص نے کبھی اپنے اہل کے ساتھ بہتری نہ کی دوسری روایت ہے کہ اس نے اپنے نفس پر بہت زیادتی کی تھی۔ جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھ کو جلا کر دو حصہ کر کے ایک حصہ دریا میں ڈال دینا اور ایک حصہ ہوا میں اڑا دینا کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ کو عذاب دیا تو اس قدر عذاب دے گا جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ غرض اس کی وصیت کے مطابق کیا گیا اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا اس نے تمام اجزاء جمع کر دیئے پھر اس سے ارشاد فرمایا تو نے یہ فعل کس واسطے کیا تھا؟ اس نے عرض کیا۔ اے رب تو خوب جانتا ہے۔ تیرے خوف سے یہ فعل کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے اس کو بخش دیا (بخاری مسلم)

نجات اللہ کے فضل سے ہوگی

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کو اس کا عمل نجات نہ دلائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو بھی نہیں، فرمایا مجھ کو بھی نہیں البتہ اگر [illegible]

(تو امید ہے)، تم لوگ پختگی کے ساتھ عمل کرو۔ اور متوسط طریقہ عملوں کا اختیار کرو اور صبح و شام عمل کرتے رہو۔ کسی شخص کو اس کا عمل جنت میں نہ لے جائے گا اور نہ دوزخ سے بچائے گا۔ حتیٰ کہ مجھ کو بھی نہیں (لیکن) خدا کی رحمت سے امید ہے۔ (مشکوٰۃ)

حاصل

یہ نکلا کہ انسان کو اپنے اعمال پر مغرور نہ ہونا چاہیئے بلکہ اپنے پیدا کرنے والے رب کے فضل و کرم پر بھروسہ کرنا چاہیئے۔

رحمت حق بہانہ می جوید

حدیث میں آتا ہے کہ بندے نے کوئی گناہ کیا پھر کہا "اے میرے اللہ! میرا گناہ بخش دے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے بندے نے گناہ کیا، جانا کہ اس کا کوئی مالک و پروردگار ہے جو گناہ معاف کرتا ہے اور گناہ پر پکڑتا بھی ہے۔ بندے نے پھر گناہ کیا۔ پھر عرض کیا اے میرے پروردگار! میرے گناہ بخش دے۔ اللہ تعالیٰ پھر اس کی توبہ سے خوش ہو کر فرماتے ہیں، کہ بندے نے گناہ کیا اور اس نے جانا کہ میرا کوئی پروردگار اور مالک ہے جو توبہ سے گناہ معاف فرما دیتا ہے اور توبہ نہ کرنے کی صورت میں گناہ پر سزا بھی دیتا ہے۔ انسان بھولنے والا ہے یہ پھر بھولا اور پھر گناہ کیا۔ گناہ کرنے کے بعد شرمندہ ہو کر عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! مجھے بخش دے۔ اللہ تعالیٰ پھر فرماتے ہیں۔ میرے بندے نے گناہ کیا۔ اس کو معلوم ہے کہ میرا کوئی آقا و مالک ہے جو توبہ سے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ورنہ گناہ پر پکڑ لیتا ہے۔ (اے میرے بھولنے والے اور بھول کر گناہ کر کے شرمندہ ہونے والے بندے تو جو چاہے کرتا رہ، جب تو توبہ کر لیتا ہے تو میں نے تیرا گناہ معاف کر دیا۔ (صحیحین)

ابو سعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو ایک رباعی میں یوں نظم فرمایا ہے ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما درگہِ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنی رحمت کے سائے تلے ڈھانپ لے اور ہر گھڑی اپنی بارگاہ میں جھکے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین۔

علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں
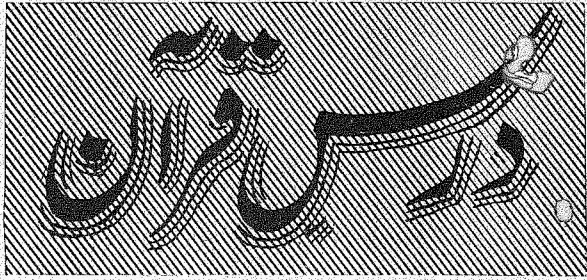
مرتبہ محمد عثمان غنی بی اے

حضرت مولانا علامہ قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہ العالی کا درسِ قرآن ہر انگریزی ماہ کے آخری اتوار کو صبح دس بجے بنگلہ نمبر ۱۵ جامن روڈ واہ کینٹ میں منعقد ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے نومبر اور دسمبر ۱۹۶۴ء کے درسوں میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر مکمل ہو چکی ہے جو قارئین خدام الدین ملاحظہ فرما چکے ہیں اور وہ عنقریب کتابی شکل میں دارالاشاد کیمبلپور سے شائع ہو رہی ہے۔ جنوری ۱۹۶۵ء سے سورۂ بقرہ شروع ہو چکی ہے جس کا درس قسط وار ان کالموں کی وساطت سے ہدیۂ ناظرین ہوتا رہے گا۔ اگلا درس انشاءاللہ ۲۸ فروری کو ہوگا۔
(مرتب)

میرے دوستو اور میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے مجھے اور آپ کو ایسے برکت کے دنوں میں جن دنوں قرآن کریم کا نزول ہوا، جن دنوں میں اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں اب بھی نازل ہو رہی ہیں، ہم سب کو اپنی کمال عنایت کے ساتھ ایسی مجلس میں اکٹھا کر دیا۔ جہاں اسی کے کلام کا ذکر اسی کے کلام کی تلاوت اسی کے کلام کی تفسیر اور تشریح ہو رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور آپ کو بھی عمل کی توفیق عطا فرمائیں

یہ بھائی اللہ تعالیٰ کی عنایات ہیں جب اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ اللہ جسے چاہیں اپنے قریب فرمالیں، جسے چاہیں اپنے ہاں سے دور کر دیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، اللہ تعالیٰ کی عنایات ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اپنے فضل و کرم ہیں۔ بازاروں میں مسجدوں میں، کوٹھیوں پر، پارکوں میں، قرآن جا کے سنانا یہ تو ہمارا کام تھا۔ ہمارے سے مراد علماء اور مشائخ ہیں کہ ہم جا کر آپ حضرات کو دعوت دیتے کہ آیئے ہم سے قرآن سنیں۔ یہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں پر مہربانی کی کہ آپ کو داعی بنا دیا کہ آپ لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ آیئے ہم آپ کو قرآن سنائیں اور ہم آپ کو قرآن کریم کے معارف سمجھائیں۔ ورنہ بھائی عثمان غنی صاحب یا ہمارے دوسرے احباب جو ایک تعلیم یافتہ طبقہ، جسے آج کل کی اصطلاح میں نئی روشنی والے کہا جاتا ہے، پھر ملازمت پیشہ لوگ، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت پیدا کر دی کہ یہ خود بھی عامل با القرآن بننے کی کوشش کر رہے ہیں اور مجھے بھی اور آپ کو بھی اور دوسرے دوستوں کو بھی دعوت دیتے ہیں کہ آیئے قرآن کریم کے ساتھ اپنا تعلق اور ربط پیدا کر لیجئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی مہربانی ہے۔ اس دور میں جس دور سے ہم گذر رہے ہیں جب کہ دُنیا مادیت کے پیچھے بھاگتی پھر رہی ہے اور اللہ تعالیٰ سے دور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ایسے زمانے میں اللہ تعالیٰ جس کو اپنی رحمتوں سے نوازیں واقعی اس کو اللہ تعالیٰ کا مزید شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور یہ سب برکات ہیں اللہ کے ان نیک بندوں کی جنھوں نے مجھ جیسے گنہگاروں کو بھی اپنی نظروں سے نوازا۔ یہی بات ہے جس کو بعض علماء حق نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی محفل میں انسان کو وہ وہ کمالات حاصل ہو سکتے ہیں، جو علم سے تحقیق سے، جد و جہد سے، محنت اور تجربے سے حاصل نہیں ہو سکتے۔ صحبت کا یہی مفہوم ہوتا ہے۔ صحبت کا شرف باقی تمام شرفوں سے بلند اور بالاتر ہے اس لیئے صحابۂ کرام کو وہ مقام ملا جو بعد میں کسی کو بھی نہیں مل سکتا۔ اگر دُنیا کے کروڑوں، شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اکھٹے ہو جائیں، کروڑوں خواجہ غریب النواز اجمیریؒ جیسے لوگ اکھٹے ہو جائیں۔ ایک ادنیٰ صحابی کے درجے کو نہیں پا سکتے۔ کیوں؟ ان کو شرف صحبت حاصل ہے انھوں نے مجلس کی جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انھوں نے اپنی صحبت میں وہ کمالات حاصل کر لیئے کہ دنیا والے ہزار ہا تجربے کے بعد بھی حاصل نہیں کر سکتے اس لیے صحابۂ کرام کے سامنے جب کبھی کوئی مسئلہ پیش آتا تھا تو وہ سب سے پہلے اپنی رفاقت کا سوال کرتے تھے۔

جب ہجرت ہونے لگی حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا۔ آپ تشریف لائے، حضرت ابو بکر صدیقؓ کے گھر اور ان کے سامنے اپنے ہجرت کے ارادے کو پیش فرمایا تو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جو سب سے پہلا سوال عرض کیا وہ یہ تھا۔ "یا رسول اللہ! میں بھی تو ساتھ ہوں گا؟" یہ صحبت کی درخواست تھی۔ آپ جانتے تھے کہ امام الانبیاء کی صحبت میں وہ کچھ مل سکتا ہے جو ویسے نہیں مل سکتا اس لیے مولانا روم کا شاید شعر ہے ؎

یک زمانہ صحبتے با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

بالکل ٹھیک ہے۔ ایک آدمی ہزار سال تک عبادت کرتا رہے، عبادت کا جو ذوق ہے، جو ڈھنگ ہے، جو طریقہ ہے جس طریقے سے کہ وہ رب العالمین کے ہاں قبول ہو سکتا ہے، وہ اللہ والوں کے بغیر نہیں مل سکتا۔ علم اور چیز ہے عمل اور چیز ہے، اسی کو امام الاولیا، حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ کہ علماءِ کرام رنگ ساز ہیں۔ رنگ تو وہ بنا دیتے ہیں لیکن رنگ چڑھاتے جو ہیں وہ اولیاء اللہ ہیں۔ علماء نے یہ تو بتا دیا کہ نماز فرض ہے۔ قرآن اور حدیث کی روشنی میں یہ بتا دیا کہ نماز میں یہ باتیں فرض ہیں یہ واجب ہیں، یہ سنت ہیں، یہ مکروہ ہیں، یہ حرام ہیں۔ لیکن اب ایک بے نماز کو نمازی بنانا ایک چیز

اللہ کے دروازے پر جھکا دینا، یہ علمار کے بس کا روگ نہیں ہے۔ یہ اسی عالم کے بس کا روگ ہے جس کا تعلق اللہ والوں کے ساتھ ہے اور اسی کو مولانا روم نے فرمایا ؎

مولوی ہرگز نہ شد مولائے روم
تا غلام شمس تبریزی نہ شد

تو علم، محنت، جدوجہد جتنی چیزیں ہیں میرے بھائی! یہ اسی وقت کسی کمال پہ پہنچ سکتی ہیں جب اللہ والوں کی مجلس انسان کو حاصل ہو جائے۔ تو یہ بات تمہید میں میں نے عرض کر دی تھی کہ ان بھائیوں پہ اللہ نے بڑا رحم کیا، آپ پر بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل و کرم ہے اور مجھ جیسے گنہگار کو بھی اللہ نے اپنی رحمتوں سے نوازا کہ ہم ایسی زندگی میں جس زندگی کو ہم سراسر ایک دنیاوی زندگی کہہ سکتے ہیں۔ اپنا کچھ وقت نکال کر اللہ کی باتیں سن لیتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کا فضل و کرم ہے۔ اللہ اس میں اور مزید برکت پیدا فرمائیں اور مجھے بھی اور آپ کو بھی عامل بالقرآن بنائیں۔

آج ہمارے درس کا تیسرا شمارہ شروع ہے۔ پہلے دو شماروں میں سورۂ فاتحہ کی تفسیر جو اللہ نے مجھے سکھائی تھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے ساتھ میں نے آپ کے سامنے پیش کی۔ آج جو آیتیں تلاوت کی گئی ہیں یہ سورۂ بقرہ کی ابتدائی آیتیں ہیں۔ چونکہ آپ کے ہاں ماہوار درس کا اہتمام ہے۔ ہر مہینے میں ایک دن کا درس ہونا، ایک گھنٹے کا درس ہوتا تو قرآن کریم تو وہ کتاب ہے کہ صدیاں بھی انسان اس کی تفسیر کرتا رہے تو یہ ختم ہونے میں نہیں آتی اس لیے میں کوشش کروں گا کہ ہر درس میں کچھ ایسی باتیں جن کا تعلق قرآنِ کریم کے معارف قرآنِ کریم کی روحانی برکات کے ساتھ ہے وہ آپ کے سامنے پیش کرتا رہوں۔ تاکہ مجھے بھی کچھ ثواب بھی حاصل ہو، کچھ میرے بھی معلومات میں اضافہ ہو اور آپ بھائیوں کو بھی ثواب حاصل ہو اور وہ استعداد بھی پیدا ہو جائے کہ جس سے معلومات میں اضافہ ہو اور آپ بھائیوں کو بھی ثواب بھی حاصل ہو اور وہ استعداد بھی پیدا ہو جائے کہ جس سے آپ قرآنِ کریم کی تفسیر سمجھ سکیں۔ اس لیے میں کوشش بھی کیا کروں گا کہ ایک درس جو چند آیتوں پر مشتمل ہوگا۔ اس میں کچھ ایسی باتیں پیش کر دی جائیں جن کی برکت سے آپ حضرات قرآن شریف کو اور مقامات میں بھی سمجھنے لگ جائیں۔

سورۂ بقر کے شروع میں چند باتیں عرض کرنی بڑی ضروری ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے سورتوں کے جو نام ہیں ان سب سورتوں کے نام توقیفی ہیں توقیف کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو باتیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہو چکی ہیں. جو آپ نے ارشاد فرمائی ہیں اب بعد میں امت میں سے کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ ان میں ردّو بدل کرے۔ سورتوں کے نام توقیفی ہیں۔ یعنی جو نام حضورؐ نے فرمائے ہیں۔ مثلاً حضورؐ نے اس سورۃ کا نام رکھا ہے سورۃ بقرہ اب بعد میں امت میں سے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اس نام کو بدلا دے۔ وہ یہ کہہ دے کہ جی قرآن میں تو یہ نہیں آیا کہ اس سورت کا نام بقرہ ہے۔ ہم کہتے ہیں قرآن میں تو نہیں آیا، جس پر قرآن نازل ہوا صلی اللہ علیہ وسلم، اس نے فرمایا کہ اس سورت کا نام سورۃ بقرہ ہے۔ جس وجود اقدس پر قرآن کا نزول ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اس سورت کا نام سورۃ بقرہ ہے۔ تو بعد والوں کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اس نام کو بدلائیں۔

سورتوں کے نام تجویز کرنے میں جہاں تک علمار تفسیر نے فرمایا اس قاعدے کو ملحوظ رکھا گیا۔ میں اس لئے عرض کر رہا ہوں کہ آپ سورت کا نام دیکھ کر ہی سمجھ سکیں کہ آگے کون سا مضمون آ رہا ہے سورتوں کے نام تجویز کرنے میں جہاں تک علمائے تفسیر نے ارشاد فرمایا وہ یہی فرمایا کہ سورتوں کے نام رکھنے میں چند باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ کسی سورت میں جو کوئی قصہ، کوئی واقعہ کوئی مسئلہ اہم آیا ہو جو کہ نہایت ہی عجیب طریقے پر پیش ہو رہا ہو۔ اس مناسبت سے سورت کا نام رکھا گیا۔ مثلاً سورۃ بقرہ ہے۔ بقرۃ عربی زبان میں کہتے ہیں گائے کو۔ پہلے ہی پارے میں ذکر آتا ہے کہ بنی اسرائیل کو حکم ہوا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے حکم دیا تھا کہ آپ ایک گائے ذبح کریں۔ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً تو اس بقرہ کی مناسبت سے سورۃ بقرہ کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بقرہ رکھا۔

بعض سورتوں میں جو پہلے لفظ آئے ہیں ان کی مناسبت سے نام رکھے گئے ہیں جیسے کہ [illegible] یٰسٓ کی سورۃ یٰسٓ فرمایا۔ یٰسٓ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ۔ اس کا پہلا کلمہ ہے وہ یٰسٓ رہے۔

بعض سورتوں کے نام معانی کے اعتبار سے رکھے گئے جیسے کہ سورۃ فیل میں ہاتھی والوں کا ذکر ہے اس کا نام سورۃ فیل رکھا گیا۔

ہر سورت کا تقریباً ایک ہی ایک نام ہے۔ بعض سورتوں کے دو نام بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں جیسے کہ سورۃ ماعونؑ کو ماعون بھی فرمایا اور سورۃ یتیم بھی آتا ہے۔ سورۂ محمدؐ کا اسم گرامی سورۃ قتال بھی ہے اور سورۃ محمدؐ بھی ہے تو اس مناسبت سے اس سورت کا نام ہے سورۂ بقرہ کہ اس میں گائے ذبح کرنے کا ایک واقعہ جو موسیٰؑ کے زمانے میں ہوا۔ اس کو بیان فرمایا جا رہا ہے۔ اسی مناسبت سے امام الانبیار جناب محمدؐ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت کا نام رکھا ہے سورۂ بقرہ

دوسری چیزیں درس قرآن کے ضمن میں عرض کر دوں جس کا تعلق سارے قرآنِ کریم کے ساتھ ہے۔ قرآنِ کریم کے الفاظ کی تین قسمیں ہیں موٹی موٹی اور ان کا ذکر قرآن شریف میں آتا ہے اللہ تعالیٰ کے کلام کی تین قسمیں ہیں، ارشادات کی الفاظ کی۔ معنے کے اعتبار سے۔ ایک قسم ہے محکم محکم کا معنیٰ عربی میں ہے پکا۔ محکم اس لفظ کو اس ارشاد کو اس کلام کو فرمایا گیا جس کے لفظ بھی سمجھ میں آ جائیں، اس کے معانی بھی سمجھ میں آ جائیں اور اس کی مراد بھی سمجھ میں آ جائے۔ اسے فرمایا محکم مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ

سورۃ آلِ عمران میں آتا ہے، فرمایا قرآنِ کریم کی آیتیں محکمہ ہیں اور کچھ اس میں متشابہات بھی ہیں محکمہ اس آیت گرامی کو کہتے ہیں جس کا لفظ بھی سمجھ میں آ جائے معنیٰ بھی سمجھ میں آ جائے مراد بھی سمجھ میں آ جائے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى تم زنا کے قریب مت جاؤ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاۗءَ سَبِيْلًا۔ اب یہ ایسی آیت

ہے کہ لفظ بھی سمجھ میں آتے ہیں معانی بھی سمجھ میں آتے ہیں اور بچہ بچہ جانتا ہے کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اسے فرمایا محکم۔ دوسری قسم ہے متشابہات، متشابہات کی دو قسمیں کیں علمائے اسلام نے۔

(۱) حروفِ مقطعات اور (۲) متشابہات

متشابہات ان ارشاداتِ گرامیہ کو فرمایا کہ لفظ بھی سمجھ میں آگیا، معنیٰ بھی سمجھ میں آگیا لیکن اس سے مراد ربّ العالمین کی کیا ہے؟

وہ ہماری سمجھ سے بالا تر ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ

(سورتِ فتح میں آتا ہے) اے میرے حبیبؐ جو لوگ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے ہیں وہ در حقیقت آپ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کر رہے، بلکہ اِنَّمَا یبایعون اللّٰہ وہ تو اللہ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ان کے ہاتھوں پر آپ کا ہاتھ نہیں ہے بلکہ اللہ کا ہاتھ ہے۔

اب دیکھئے یَدُ اللّٰہ یہ کہتے ہیں عربی میں ہاتھ کو اور اللہ کا معنیٰ اللہ۔ یَدُ اللّٰہ کا لفظ بھی سمجھ آگیا، اس کا معنیٰ بھی سمجھ میں آگیا لیکن اللہ تعالیٰ کا ہاتھ کیسا ہے؟ اُس کی کیا کیفیت ہے؟ اُس کی کیا نوعیت ہے؟ ہم ہاتھ اس کو کس طرح تعبیر کر سکتے ہیں؟ یہ ایسی بات ہے جس کی تشریح میں ہم نہیں جا سکتے۔ اس لیے فرمایا:۔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ یَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا

فرمایا! جو پختہ علم والے ہیں وہ تو کہتے ہیں کہ ہمارا ایمان ہے کہ متشابہات بھی اللہ کا کلام ہے۔ ہم جتنا جاننے کے مکلّف ہیں اتنا جان لیا یہ معنیٰ ہے باقی ہم تفصیل میں کیوں جائیں؟۔ جس بات کا ہمیں حکم نہیں دیا گیا تفصیل، میں جانے کا ہمیں کیا کہ ہم اس بات کی تفصیل میں جائیں۔

تیسری قسم ہے میرے بزرگو اور دوستو مقطعات۔ مقطّعات کا لفظی معنیٰ ہے ٹکڑا ٹکڑا۔ علیحدہ علیحدہ۔ کی ہوئی چیزیں یا کٹے ہوئے حروف۔ قرآنِ کریم میں کچھ ایسی سورتیں ہیں کہ جن کے شروع میں حروف مقطّعات آتے ہیں جیسا کہ الٓمّٓ ۚ، حٰمٓ ۚ، عٓسٓقٓ ۚ کٓهٰیٰعٓصٓ ۚ یہ حروف مقطعات ہیں۔ ٹکڑا ٹکڑا ک علیحدہ پڑھا ھ، ی، ع، ص علیحدہ، علیحدہ کلمے پڑھے جاتے ہیں۔ ان کو کہا جاتا ہے حروفِ مقطّعات۔ حروفِ مقطعات کے متعلق یہ ہے کہ الفاظ تو ہم جانتے ہیں۔ کہ الفاظ تو ہیں ہی لیکن ان کا معنیٰ کیا ہے؟ یہ ہم نہیں جانتے۔ ان سے مراد کیا ہے؟ یہ بھی ہم نہیں جانتے اس کی مراد اور معنیٰ وہ جانے جس نے نازل کی یا وہ جانیں جن پر نازل ہوا جناب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم۔ اگرچہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اور دوسرے علمائے کرام نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ حروفِ مقطعات کے معانی خواصِ بنی آدم پر بھی انکشاف والجلاء فرما دیتے ہیں (انبیاء علیہ اسلام) جناب محمد الرسول کو بھی اس کا علم ہے اور پھر اللہ تعالیٰ جس کو چاہے (خواصِ بنی آدم) ان پر بھی ان حروف کے معانی کا انکشاف اور انجراف ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم جیسے عام مسلمان ان کلمات کے معنے سمجھنے سے معذور ہیں۔ ہم مکلف بھی نہیں ہیں کہ جانیں کہ ان حروف کے معنیٰ کیا ہیں۔ پھر اللہ نے نازل کیوں کئے؟ اللہ تعالیٰ نے نازل اس لیے کئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم اس پر ایمان رکھو کہ یہ میرا کلام ہے خواہ بات تمہاری سمجھ میں آئے نہ آئے۔

تو اللہ تعالیٰ کے نبیؐ نے فرمایا الٓمّٓ ۚ ہم نے بھی کہہ دیا الٓمّٓ آپ نے فرمایا کہ اللہ کا کلام ہے ہم نے کہا کہ ہمارا ایمان ہے یہ اللہ کا کلام ہے اس لیے جناب امام الانبیاء محمد الرّسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ تم الٓمّٓ کو ایک کلمہ ایک حرف مت سمجھو۔ اَلِفٌ حَرْفٌ وَلَامٌ حَرْفٌ وَمِیْمٌ حَرْفٌ۔

الف الگ حرف ہے لام الگ حرف ہے میم الگ حرف ہے۔ کیا مطلب؟ کہ جس آدمی نے ایک دفعہ پڑھ لیا الٓمّٓ اس کو تیس۳۰ نیکیوں کا ثواب مل جائے گا۔ قرآن کا ایک کلمہ پڑھنے سے دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے! مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ایک نیکی کرے تو دس نیکیوں کا ثواب ایک کلمہ قرآن کا پڑھے تو دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔

تو اب جن سورتوں کو حروفِ مقطّعات سے شروع کیا گیا جو ترتیب دی جناب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا مقصد اور مدّعا یہ معلوم ہوتا ہے کہ بتلانا یہ ہوتا ہے کہ اے مسلمانو! اے مجھ پر ایمان لانے والو سورت میں جو آگے مضمون آ رہے ہیں، ہو سکتا ہے کہ وہ مضمون تمہاری سمجھ سے بالا تر ہوں ہو سکتا ہے کہ تمہارے عقول کی وہاں تک رسائی نہ ہو لیکن جس طرح تمھارا ایمان ان حروفِ مقطعات پر ہے، اسی طرح تمھارا ایمان اس آنے والی بات پر بھی ہونا چاہیئے جیسا کہ ابھی آ جائے گا۔ سورۂ آل عمران میں ارشاد فرمایا:۔ الٓمّٓ ۚ اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ

سورۃ مریم کے پہلے فرمایا:۔ کٓهٰیٰعٓصٓ ۚ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِیَّا ۚ

سورۃ یوسف کے پہلے فرمایا:۔ الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ۚ

اب دیکھئے تینوں سورتوں میں عجیب عجیب باتیں ہیں جو انسانی عقول سے بالا تر سمجھی جا سکتی ہیں۔ آل عمران میں کیا بیان ہو رہا ہے؟ آل عمران میں آتا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کو بنا باپ کے پیدا فرمایا۔ تو پہلے ہی فرمایا کہ الٓمّٓ جس طرح ان کلموں کو مانتے ہو کہ میری کلام ہے آنے والے مضمون کو بھی ماننا پڑے گا کہ میرا وہ حکم ہے اور میرا وہ فعل ہے۔ سورتِ مریم کے پہلے فرمایا کٓهٰیٰعٓصٓ ۚ اور آگے کیا فرمایا؟ حضرت زکریاؑ کو اولاد اللہ تعالیٰ نے دی جب آپ بوڑھے ہو چکے تھے، سر کے بال سفید ہو چکے تھے، ہڈیوں میں گودا بھی خشک ہو چکا تھا اور فرمایا کہ اِمْرَاَتِیْ عَاقِرٌ میری بیوی تو ہے ہی ناقابل اولاد مگر اللہ فرماتے ہیں كَذٰلِكَ یَفْعَلُ اللّٰهُ مَا یَشَآءُ

اے زکریاؑ میں جو چاہوں کر سکتا ہوں تو جس طرح کٓهٰیٰعٓصٓ کا معنیٰ نہ سمجھنے کے باوجود مانتے ہو۔ آنے والی بات کو بھی ماننا پڑے گا۔ سورتِ یوسف میں یوسف علیہ السلام کی زندگی کے واقعات آتے ہیں کہ کس طرح ایک انسان جس کو سوتیلے بھائی کنوئیں میں ڈال دیں اس خیال سے کہ بس اس کی زندگی ختم ہو جائے وہ کس طرح ربّ العالمین کی تربیت میں آتا ہے اس بچے کو جو ایک وقت کنوئیں میں ڈال دیا گیا تھا اس کو کس طرح اللہ کی رحمتیں مصر کا بادشاہ بناتی ہیں۔ اب یہ بات بظاہر

ذہن میں نہیں آ سکتی کہ وہ بچہ جسے کنوئیں میں ڈال دیا گیا اس بچے کو کس طرح مصر کی حکومت ملی؟ پھر اس کے وہی بھائی جو کنوئیں میں ڈالنے والے تھے وہ اس کے سامنے عاجز اور ذلیل ہو کر پیش ہوتے ہیں۔ اس لیے پہلے فرمایا کہ الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۚ کہ جس طرح الٓرٰ کو مانتے ہو اسی طرح آنے والے قصے پر بھی تمہیں یقین رکھنا پڑے گا۔

اسی مناسبت سے میرے دوستو میرے بھائیو یہاں پر فرمایا الٓمّٓ یعنی سورۃ بقرہ میں جو عقائد آ رہے ہیں، جو واقعات آ رہے ہیں۔ جو قصے آ رہے ہیں ان قصوں کے متعلق تم مت یہ فیصلہ کر دو کہ جی ہمارے تو ذہن ہی میں نہیں آتا۔ آج کل ذہن کی بڑی بیماری ہے کہ جی ہمیں تو سمجھ ہی نہیں آتا ہم نے اور کون سی بات سمجھی ہے کہ یہ نہیں سمجھے ابھی تک انسان کسی فیصلے پر پہنچ سکا ہے؟ دُنیا کے بڑے بڑے سائنس دان کہتے ہیں کہ سائنس ایک مسلسل بہاؤ کی طرح جاری ہے لیکن نتیجہ کسی بات کا نہیں پتہ چلتا پانی ہم ہر روز پیتے ہیں یہ پانی کیا چیز ہے؟ یہ مادہ سیال ہے بہنے والا مادہ ہے یہ کس سے مرکب ہے؟ اس میں کتنی چیزیں ہیں؟ اس میں کتنے اجزا ہیں؟

آجتک پانی کے متعلق سائنس دان نہیں فیصلہ کر سکے یہ کیا چیز ہے۔ روح جو ہمارے بدن میں جاری و ساری ہے ہم سارے روح والے ہیں اس کے متعلق ابھی تک فیصلہ نہیں کر سکے۔ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۭ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

روح تو اللہ کا امر ہے تمہیں تو علم بہت ہی محدود دیا گیا ہے۔ تم تو یہ بھی نہیں جانتے کہ پانچ منٹ کے بعد میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ تم پروگرام بنا لیتے ہو لیکن۔ مَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۭ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۔

تمہیں تو یہ بھی نہیں پتہ کہ جس موٹر کو تم چلا رہے ہو وہ ہی تمھاری موت کا باعث ہو جائے گی۔ تمہیں تو یہ بھی نہیں پتہ کہ جو لقمہ تم پیٹ میں ڈال رہے ہو یہ ہی جا کر تمھارے لیے موت کا ذریعہ بن جائے گا۔ تم کیا جانتے ہو؟ انسان کیا جانتا ہے؟ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

آج کل یہ بڑی بیماری چل گئی ہے کہ جی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ بھائی بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے ہم اس کے مکلف نہیں کہ باتیں سمجھتے پھریں۔ ہمیں تو حکم دیا فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ اللہ کے نبی کو ارشاد ہے کہ تو پختہ رہ پکا رہ، جس طرح کہ تجھ کو حکم دیا گیا تو مامور ہے امر کا عمل کر تیرے لیے یہ نہیں کہ تو سوچے کہ یہ کیوں ہے تو آج کل چونکہ یہ باتیں بھی چلتی رہتی ہیں کہ یہ بات کیوں ہے؟ یہ بات کیوں کہی گئی؟ اس بات کا فلسفہ کیا ہے۔؟ اس بات میں نکتے کون سے ہیں؟ تو ان نکتوں کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اس کو تسلیم کر لیا جائے۔

تو میں عرض یہ کر رہا تھا کہ الٓمّٓ حروفِ مقطعات میں سے ہیں اور اس لیے یہ اس سورت کے پہلے لایا گیا کہ اس سورت میں چند واقعات آتے ہیں۔ ان میں سے مثلاً ایک واقعہ آتا ہے کہ بنی اسرائیل نے ایک گائے ذبح کی۔ ایک آدمی قتل ہو گیا تھا۔ مقتول کے قاتل کا پتہ نہیں چلتا تھا۔ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا آپس میں ایک دوسرے پر ملتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ ایک گائے ذبح کرو اور اس مردہ لاش کا ایک ٹکڑا لے کر اس میت پر مارو یہ میت بول پڑے گی کہ میرا قاتل کون ہے۔ اب مردے کو مردے پر مارو نفی اثبات بنا دو۔ مردے کو مردے پر مارو۔ ذہن میں کیسے بات آتی ہے؟ لیکن اللہ کا حکم ہے مارا تو مردہ بول پڑا کہ میرا قاتل فلاں ہے آگے پھر حضرت عزیر علیہ السلام کے متعلق تیسرے پارے میں آتا ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام پر ایک سو سال تک موت طاری رہی اس کے بعد زندہ ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا۔ دیکھا تو بدن بھی ٹھیک، کپڑے بھی ٹھیک، بال بھی ٹھیک ایک ذرہ بھر بھی فرق نہیں آیا۔ حضرت عزیر سو سال مرے رہے موت ان پر طاری رہی اللہ نے پھر اُن کو زندہ کیا ثُمَّ بَعَثَهٗ ۭ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۭ عزیر کتنا زمانہ تم یہاں لیٹے رہے ہو بیت المقدس کی گلیوں میں؟ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۭ اللہ! میں تو ابھی آیا تھا کہ لیٹ گیا کچھ دیر لیٹا رہا پورا دن یا دن کا کچھ حصہ۔ اللہ فرماتا ہے۔ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ عزیر تو سو سال یہاں پڑا رہا ہے۔

سو سال۔ پوری صدی گذر گئی۔ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ دیکھ تیرا پانی ٹھیک، تیرا کھانا بھی ٹھیک۔ ان میں بدبو پیدا نہیں ہوئی نہ وہاں پر کوئی تھرموس تھا، ریفریجریٹر نہ تھا، نہ ٹفن کیریر تھا۔ کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی محافظ بھی نہیں۔ لیکن نبی جس خوراک کو کھانے والا ہے وہ خوراک بھی محفوظ، نبی کا بدن بھی محفوظ، کپڑے بھی نہیں پھٹے، ناخن آگے پیچھے نہیں ہوئے، داڑھی کے بالوں میں فرق نہیں آیا۔ تو یہ بات ہمارے عقل میں کیسے آئے؟ اوجی کس طرح ہو سکتا ہے کہ سو سال زمین پر پڑا رہے نہ چیونٹیاں آئیں نہ کوئی اور جانور آیا سو سال تو بڑی چیز ہے، گرمی آتی ہے سردی آتی ہے، بارش ہوتی ہے، دھوپ ہوتی ہے، ہمارا تو یہ حال ہے نا جب ہم دنیا سے جاتے ہیں، جس وقت گویا ہماری مغرورانہ زندگی ختم ہوتی ہے تو پھر کیا ہوتا ہے؟ پھر ہم ٹائم دیکھتے ہیں" اوجی غاسل صاحب ذرا جلدی کرو لاش کی حالت کچھ خراب ہو رہی ہے"۔

یہ لاش کی حالت بدل جاتی ہے ہماری تو پھر ہم دو گھنٹے چارپائی پر نہیں رہ سکتے جب ہماری روح نکل جائے تو ہم دو گھنٹے چارپائی پر نہیں رہ سکتے۔ تین گھنٹے یہ انجکشن لگاتے ہیں۔ برف کے ٹکڑے رکھ دیتے ہیں ساتھ کہ کبھی لاش خراب نہ ہو کراچی سے بھائی آ جاتے، میت کو دیکھے پھر دفن کرو۔ ہم دو گھنٹے اپنی چارپائی پر نہیں رہ سکتے روح نکلنے کے بعد لیکن اللہ کا نبی سو سال تک زمین پر پڑا ہوا ہے تو یہ بات چوں کہ ہمارے عقل میں نہیں آ سکتی تھی نا اس لیے سورۃ بقرہ کے پہلے فرمایا دیکھو باتیں جو آگے آ رہی ہیں نا وہ تمہیں ماننی پڑیں گی جس طرح تم الٓمّٓ کو مانتے ہو۔ اسی طرح اور بھی چند واقعات ہیں۔ سورۃ بقر کا تعلق پہلی سورۃ فاتحہ کے ساتھ کیا ہے۔؟ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ کا کلام بڑا بالترتیب بڑا باتنسیق قرآن نے خود فرمایا اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ ۚ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ ۚ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ ۭ اللہ کی بات ہے۔ اللہ کی بات ویسے

باقی صفحہ ۱۸ پر ملاحظہ فرمائیں۔

روشن چراغ

گذشتہ سے پیوستہ

لے امیرالمومنین، منذر کی آواز درد میں ڈوبی ہوئی تھیں میں اپنی رائے دینے سے قبل آپ کو ابوجعفر منصور کا واقعہ یاد دلانا چاہتا ہوں جس نے شہر بغداد کو بسایا تھا۔

ایک دفعہ اس نے اپنے وقت کے سب سے بڑے محدث ابن طاؤس سے کہا کہ وہ کوئی حدیث بیان کرے۔ ابن طاؤس نے دیکھا کہ پیچھے جلادوں کی ننگی تلواریں چمک رہی ہیں۔ انہوں نے اطمینان کی سانس لیتے ہوئے کہا "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین کے مشرق و مغرب کی وسعتوں اور خزانوں کو تمہارے قدموں کے نیچے ڈال دے گا لیکن اس زمانے کے حکمران جہنم میں ہوں گے۔ سوائے ان لوگوں کے جو اللہ سے ڈر کر کام کریں گے اور امانت میں خیانت نہیں کرینگے"۔ یہ حدیث سنا کر منصور کو نصیحت کرتے ہوئے ابن طاؤس نے کہا کہ وہ اپنی رعایا کے ساتھ معاملے میں اللہ رب العزت سے ڈرے۔ دربار کے حاضرین کو یقین ہو چکا تھا کہ اب پل بھر میں جلادوں کو حکم دیا جائے گا کہ وہ سچ بولنے والے ابن طاؤس کا سر قلم کر دیں لیکن منصور کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا اس نے کسی قدر توقف کر کے کہا "ابن طاؤس کچھ اور سناؤ"۔ ابن طاؤس نے اسی متانت کے ساتھ کہا... "خلیفہ منصور سنو"۔ اللہ رب العزۃ کا ارشاد سنو! مجھ کو اور اس شخص کو اپنے اپنے حال پہ رہنے دو جس کو میں نے اکیلے پیدا کیا اور اس کو کثرت سے مال دیا اور پاس رہنے والے بیٹے دیئے اور سب طرح کا سامان اس کے لئے مہیا کر دیا، پھر بھی وہ اس بات کی ہوس رکھتا ہے کہ اس کو اور زیادہ دوں ہرگز نہیں! وہ ہماری آیتوں کا مخالف ہے۔ عنقریب اس کے مرنے کے بعد اس کو دوزخ کے پہاڑ پہ چڑھاؤں گا (مدثر) اس کے بعد ابن طاؤس نے وضاحت کرتے ہوئے کہا [illegible]

ولید بن مغیرہ کی طرف ہے لیکن اس کا عموم ہر شخص کی طرف جا سکتا ہے جو اللہ کی نعمت پہ ناشکری کرے۔ اللہ کے سامنے کبر وسرکشی کا مظاہرہ کرے اور اپنے مال کو ناجائز طریقہ پر خرچ کرے..."

یہاں پہنچ کر منذر بن سعید نے امیر عبدالرحمٰن سے کہا "لے امیر الناصر میں آپ کا ہمیشہ سے خیر خواہ رہا ہوں۔ مجھے اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا کہ آپ اتنی جلد شیطان کے ہتھے چڑھ جائیں گے۔ آپ میں بہت سی خوبیاں ہیں لیکن افسوس کہ آپ اب کفر کے مقام کے قریب پہنچتے چلے جا رہے تھے"۔

امیر عبدالرحمان کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کے گال پہ طمانچہ جڑ دیا ہو۔ اس نے گرج کر کہا "منذر ذرا سنبھل کر بات کرو۔ تم آخر کس طرح ثابت کرو گے کہ میں مقام کفر کے قریب پہنچ گیا ہوں"۔ منذر نے بادشاہ کے غصہ کی پروا نہ کرتے ہوئے کہا "میں ہمیشہ سنبھل کر گفتگو کرنے کا عادی ہوں۔ تم تفصیل سننا چاہتے ہو تو سنو کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے"۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ سب لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے تو جو لوگ خدا کے ساتھ کفر کرتے ہیں ہم ان کے گھروں کی چھتیں سونے چاندی کی بنا دیتے۔ اور سیڑھیاں جن پہ چڑھتے اترتے ہیں۔ اور ان کے گھروں کے دروازے بھی اور تخت بھی جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں۔ اور خوب زینت اور آرائش کر دیتے۔ اور یہ سب دنیا کی زندگانی کا تھوڑا سا سامان ہے اور آخرت تمہارے پروردگار کے یہاں پرہیزگاروں کے لئے ہے"۔ (زخرف) منذر بن سعید کی آواز پرُوقار تھی۔ وہ کہتے جا رہے تھے "لے امیر ذرا غور فرمائیے، سوچئے کہ سونے کی یہ جگمگاتی ہوئی چھتیں۔ بلور کے یہ عکس آفریں زینے۔ زینت و آرائش پہ کروڑوں روپوں کا خرچ! یہ سب آخر کیا چیزیں ہیں۔ کیا یہ فضول خرچی سب کی سب شیطان کی لگائی ہوئی آگ نہیں ہے؟ مجھے بتائیے اے امیرالمومنین کہ اللہ رب العزت ان مجسموں سے خوش ہوگا جو آپ نے اپنے حوضوں کے اطراف نصب کئے ہیں آپ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو کیوں بھولتے ہیں کہ مجسمے اور بت بنانا ایک ناجائز کام ہے۔ یاد رکھیئے اے امیر۔ یہ دنیا بڑی بے وفا ہے۔ ایک دن ہمیں اس جہان فانی سے کوچ کرنا ہے زندگی کی رنگا رنگیوں سے آدمی بہت جلد دھوکا کھا جاتا ہے۔ آپ کی پچھلی زندگی شان دار کارناموں کا لاثانی مجموعہ ہے۔ آپ نے کفر و شرک کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ آپ نے ہر محاذ پہ دشمنان اسلام کے دانت کھٹے کر دیئے تھے۔ اب زندگی کے آخری لمحات میں ایسا سامان نہ فراہم کیجئے جس سے خدا کی ناراضی ملتی ہو اور گزشتہ کی پاکیزہ زندگی بے وقعت ہو جاتی ہو"۔

منذر کی تقریر بڑی اثر آفریں تھی۔ ایک ایک لفظ دل کی گہرائیوں سے نکل رہا تھا۔ امیر الناصر کا دل دھیرے دھیرے نرم ہوتا جا رہا تھا۔

آنسوں کے گرم گرم قطرے جیسے اس کی آنکھوں سے ابل پڑے اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا "منذر بن سعید! تم اللہ کے ایک سچے اور برگزیدہ بندے ہو۔ تمہاری بے لاگ گفتگو کی میں دل سے قدر کرتا ہوں، تم تاریکیوں میں جگمگانے والے ایک روشن چراغ ہو۔ تم روشنی کا ایک بلند مینار ہو جس سے نکلنے والی شعاعیں انسانیت کو راہ راست دکھاتی ہیں۔ تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں۔ میں تمہاری رہنمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

دربار برخاست ہوا تو امام منذر گھر پہنچے دیکھا کہ لوگ کھڑے ہیں۔ امام نے مسکراتے ہوئے کہا "مجھے زندہ دیکھ کر غالباً آپ سبھوں کو حیرت ہو رہی ہوگی لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ سب سے بڑا جہاد یہی ہے کہ حق بات بادشاہوں حاکموں اور صاحبان اقتدار کے سامنے برملا کہہ دی جائے"۔ میں تو آج سوچ کر گیا تھا کہ آج میرے جسم سے خون کے چھینٹے اڑ کر شاہی فرش کو سرخ جوڑے میں ملبوس کر دیں گے لیکن اللہ کی کارسازی کو کون جان سکتا ہے۔ ابھی وہ کچھ اور کہنا چاہتے تھے کہ انہوں نے دیکھا کہ ایک سپاہی تیز تیز ان کی طرف آ رہا ہے۔ تمام لوگوں کا ماتھا ٹھنکا۔ امام منذر نے بھی اپنی گفتگو روک

بقیہ - اداریہ

معاذ اللہ کچھ بھی نہیں۔ ارضِ بطحا کے اس دریتیم کے پاس جو کچھ تھا وہ صدق و اخلاص تھا۔ عزم محکم تھا۔ اعتماد علی اللہ تھا۔ مختصر یہ کہ یہی موتی اگر آپ اپنے دامن ایمان میں ٹانک لیں تو اسلام کے ساتھ آپ کا مستقبل روشن ہو جائے گا ؎

مصلحت دید من آں ست کہ یاراں ہمہ کار
بگذارند و سر طرۂ یارے گیرند!

آیئے ان ارشاداتِ عالیہ کی روشنی میں ہم اپنے ایمانوں کے جیب و دامن ٹٹولیں اور دیکھیں کہ ہمارے پاس صرف صورتِ اسلام ہی باقی ہے یا حقیقتِ اسلام کا کوئی حصہ بھی ہمارے پلّے ہے؟

سوچئے اور غور فرمایئے کہ اگر ہمارے اندر حقیقت اسلام موجود ہے تو کیا ہماری حقیقت اسلام ہم کو کسی برائی سے روکنے کی طاقت رکھتی ہے۔
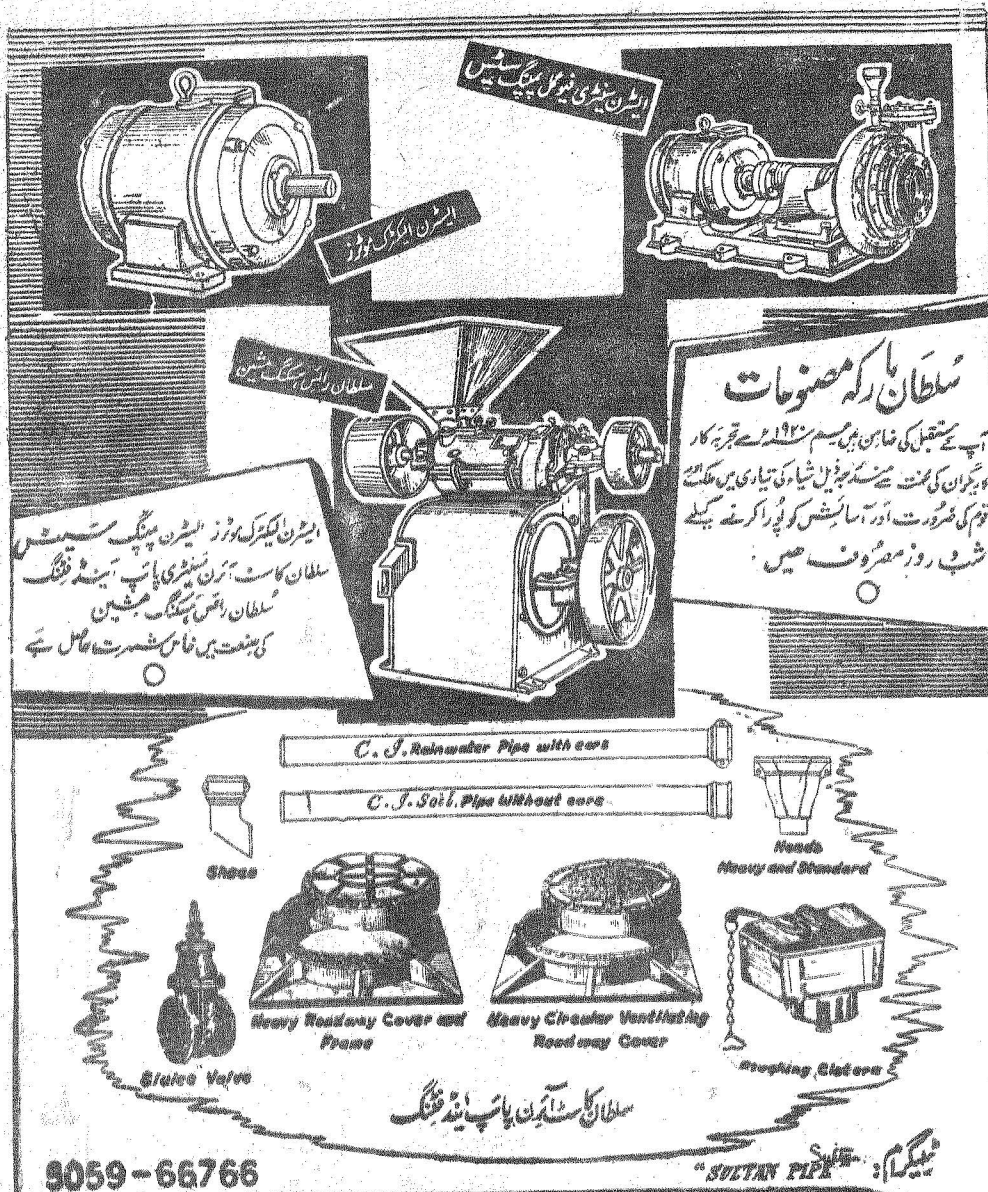
کیا دنیوی مصلحتوں پر ہم اسلام کے اصول توڑنے سے باز رہ سکتے ہیں؟ کیا ہم اپنے معمولی نفع کی خاطر یا نقصان کے ڈر سے اسلام کے اصولوں اور عدل و انصاف کے ضابطوں کو توڑنے پر آمادہ نہیں ہو جاتے؟ رشتہ داری اور خوفِ خدا میں ٹکراؤ کی صورت میں ہم کس کی طرف جھکتے ہیں۔ خوف خدا کا لحاظ کرتے ہیں یا خویش پروری کا۔ ہم میں سے کتنے ہیں جو غیبت، دروغ گوئی، بد دیانتی اور حرام خوری سے بری ہیں؟ کتنے ہیں جو اپنے فرائض کی بجا آوری میں خوف خدا اور فکرِ آخرت کو ملحوظ رکھتے ہیں اور ملک و قوم کا سرمایہ غلط طریقوں سے نہیں سمیٹتے اور بالآخر کتنے ہیں جو اللہ کے دین کی حفاظت اور اسلام کی سربلندی کے لیے جان و مال کی قربانی دینے میں پس و پیش نہ کریں؟

ان سوالات کو ذہن میں رکھئے اور اپنے قلوب سے مشورہ کیجیے کہ آپ میں کس حد تک حقیقتِ اسلام باقی ہے۔ اللہ تعالٰے ہمیں صورت اسلام کے ساتھ ساتھ حقیقتِ اسلام سے بھی بہرہ ور کرے۔

آمین

بچوں کا صفحہ

رضیہ سلطانہ

اسلام وہ دین ہے جسے اللہ نے پسند فرمایا ہے۔ اسلام میں داخل ہونے سے پہلے زبردست قدرت کے مالک اور دنیا اور اس میں جو کچھ ہے ان کے پیدا کرنے والے اور تمام نظام کائنات چلانے والے کے واحد ہونے کا اقرار اور صرف اسی کی فرمانبرداری کرنے کا عہد کرنا پڑتا ہے اور وہ عہد اس کلمے کو زبان سے پڑھنے اور دل سے قرار کرنے پر ہوتا ہے۔ اس کلمہ کا نام کلمہ طیبہ ہے وہ یہ ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ: نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔

کلمہ کے معنی ہیں بات کے اور طیبہ کے معنی ہیں پاکیزہ کے۔ یعنی یہ وہ بات ہے جو انسان کو تمام گندگیوں اور ناپاکیوں اور خباثتوں سے پاک کر دینے والی ہے۔

انسان کی فطرت ہے کہ جب تک اسے کسی بات کی سچائی کا پورا پورا یقین نہ ہو جائے۔ تب تک وہ کبھی بات کو آزادانہ طور پر تسلیم کرنے اور اس پر عمل کرنے کے لیے تیار و آمادہ نہیں ہوتا اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مومن نے کن دلائل کی بنا پر خدا کو وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ مان لیا۔ اس کی سب سے پہلی اور ٹھوس دلیل ہے اللہ کی کتاب یعنی "قرآن مجید" جس میں مکمل اور اعلیٰ درجہ پر توحید کی تعلیم دی گئی ہے۔ صرف قرآن پاک ہی ایک ایسی کتاب ہے جو خالص توحید کی تعلیم دیتی ہے۔ اللہ نے اپنے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی خاص کتاب قرآن مجید نازل فرمائی اور اس میں صاف صاف خالص اور سچی توحید کی تعلیم دی۔ تمام قرآن پاک اول سے آخر تک توحید کی تعلیم سے بھرا ہے۔ چند آیتیں یہ ہیں:

۱۔ پہلی آیت: وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (سورہ بقرہ ع ۱۹)

ترجمہ: تمہارا معبود ایک ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ مہربان نہایت رحم والا ہے۔

۲۔ دوسری آیت: شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (سورہ آل عمران ع ۲)

ترجمہ: خدا تعالیٰ گواہ ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور اہل علم بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ وہ انصاف قائم رکھنے والا ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ غالب حکمت والا ہے۔

۳۔ تیسری آیت: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

ترجمہ: کہئے وہ اللہ ایک ہے۔

اسی طرح بے شمار آیتیں خدا کی توحید کی تعلیم دیتی ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ہم دنیا پر نظر ڈالیں تو معلوم ہوگا کہ دنیا میں جتنی چیزیں نظر آتی ہیں وہ اپنے آپ نہیں بن گئیں بلکہ ان کا بنانے والا ضرور ہے۔ درختوں کا اُگانا، غلہ اُگانا، انسان کا پیدا کرنا اس کو مارنے، جلانے والا۔ پانی برسانے والا غرض کہ تمام کائناتی نظام کو چلانے والا کوئی تو ضرور ہے۔

اگر یہ نہ ہوتا تو جس کا دل چاہتا اپنی زندگی کیلئے جو چاہتا فیصلہ کر لیتا۔ جس کا دل چاہتا اپنے آپ کو خوبصورت سے خوبصورت سانچے میں ڈھال لیتا۔ مرجاتا یا مرتا ہی نہیں غرضیکہ ہر کام وہ اپنی مرضی کے مطابق کر لیتا۔ وہ تقدیر کے ہاتھوں مجبور و بے بس نہ ہوتا کوئی تو ہے جو ان تمام کاموں پر قادر ہے اور اس کے سامنے دنیا کی ہر چیز یہاں تک کہ انسان جو اشرف المخلوقات ہے اس کے سامنے عاجز و بے بس ہے۔

اب پھر ایک سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ ان تمام اختیارات میں کون کون شریک ہے؟ کتنے حاکم ہیں جنھیں یہ تمام اختیارات بٹتے ہوئے ہیں۔ فرض کیجیے اگر چار پانچ خدا ہوتے یا اس سے کم یا زیادہ تو ان میں آپس میں ہمیشہ چشمک ہوتی رہتی۔ ہر ایک خدا اپنی سلطنت و اختیارات کو وسیع کرنا چاہتا۔ ہر ایک کا نظام حکومت مختلف ہوتا اور ہر ایک خدا کے جانشین ہوتے رہتے اور نظام حکومت تبدیل ہوتا رہتا۔

اس بنا پر ان میں ضرور مخالفت اور جنگ و جدل ہوتا۔ نتیجے میں نظام کائنات درہم برہم ہو کر رہ جاتا، ان تمام باتوں سے پتہ چلا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ان تمام طاقتوں کی مالک ان تمام کاموں کی مختار صرف ایک ذات ہے اور وہ ہے اللہ کی پاک ذات جو دنیا کی تمام چیزوں سے بلند و برتر اور زبردست ہے اس بات کو کھول کر بیان کیا جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا۔ اس لیے پھر کلمے پر واپس آتی ہوں کہ ہم نے کلمہ پڑھ کر یہ اقرار کر لیا کہ اے خدا تیری ذات واحد ہے اور تو تمام طاقتوں کا مالک ہے۔ کوئی چیز تیرے اختیار سے باہر نہیں ہے تو ہی عبادت کے لائق ہے۔ ہم تیرے عاجز و ناچیز بندے ہیں آج سے ہم تیرے حکموں پر چلنے اور فرمانبرداری کرنے کا عہد کرتے ہیں۔ اب ذرا اپنے اوپر طائرانہ نظر ڈالیے تو پتہ چلے گا کہ ہماری آج کی زندگی اللہ کے حکموں کے بالکل خلاف گزر رہی ہے۔ ہمارے قول و فعل میں زمین و آسمان کا سا تغیر پایا جاتا ہے۔ ہمارے عہد اور عمل میں یکسانیت ہرگز نہیں۔ ہم اپنے گھر کی زندگی میں، اپنے لین دین اپنی معاش کی فراہمی میں اپنی میراثوں کی تقسیم میں، اپنی سیاسی تحریکوں میں اپنی تعلیم میں، اپنے تمام دنیوی معاملات میں خدا اور اس کی شریعت کو بھول کر کہیں اپنے نفس کے حکم کی کہیں اپنی برادری کے رواج اور کہیں اپنی سوسائٹی کے طور و طریق کی اور کہیں خدا سے پھرے ہوئے حکمرانوں کے قوانین کی پیروی کرتے ہیں۔ ایک طرف تو خدا کو بار بار یقین دلاتے ہیں کہ ہم تیرے ناچیز بندے ہیں اور تیری ہی عبادت کرتے ہیں تیرے ہی حکموں پر چلتے ہیں اور دوسری طرف

[illegible]

۱۹ فروری ۱۹۶۵ء

۲۰

فون ۶۶۵۴۵

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

منظور شدہ محکمۂ تعلیم (۱) لاہور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور بحکم بذریعہ چٹھی نمبری B.C. T-۲۷۳۰ - ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

طیبات ملفوظات

شیخ التفسیر
حضرت مولانا
احمد علی
رحمۃ اللہ علیہ

نیا ایڈیشن چھپ کر آگیا ہے
رعایتی -/۲ روپے محصول ڈاک ایک روپیہ
کل تین روپے
بذریعہ منی آرڈر پیشگی آنے پر ارسال خدمت ہوگی
چھ نسخے اکٹھے منگوانے پر محصول ڈاک معاف

ملنے کا پتہ
دفتر انجمن
خدام الدین
لاہور